قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران:74)

روزنامہ
الفضل
لندن

Online Edition

مدیر: ابو سعید

جمعرات 10 مارچ 2022ء | 07 شعبان 1443 ہجری قمری | 10 امان 1401 ہجری شمسی | جلد:4 | شمارہ:60

ارشادِ باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ ۚ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا ﴿۶۰﴾

(النساء:60)

ترجمہ:۔اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بھی۔ اور اگر تم کسی معاملہ میں (اولوالامر سے) اختلاف کرو تو ایسے معاملے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دیا کرو اگر (فی الحقیقت) تم اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان لانے والے ہو۔ یہ بہت بہتر (طریق) ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

فرمانِ رسول ﷺ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے حاکم سے ناپسندیدہ بات دیکھے وہ صبر کرے کیونکہ جو جماعت سے بالشت بھر جدا ہوا اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

(بخاری کتاب الاحکام باب السمع والطاعۃ للامام مالم تکن معصیۃ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

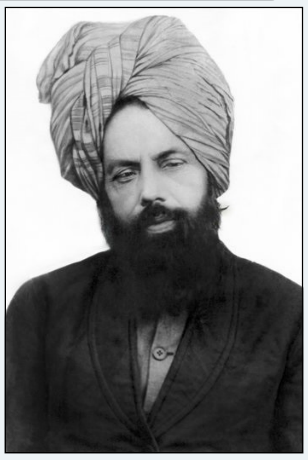

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اگر اختلاف رائے کو چھوڑ دیں اور ایک کی اطاعت کریں جس کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے پھر جس کام کو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔ اس میں یہی تو سرّ ہے۔ اللہ تعالیٰ توحید کو پسند فرماتا ہے اور یہ وحدت قائم نہیں ہوسکتی جب تک اطاعت نہ کی جاوے"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد سوم صفحہ 318 زیر آیت النساء:60)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

"غرض صحابہؓ کی سی حالت اور وحدت کی ضرورت اب بھی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو جو مسیح موعود کے ہاتھ سے تیار ہو رہی ہے اُسی جماعت کے ساتھ شامل کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کی تھی اور چونکہ جماعت کی ترقی ایسے ہی لوگوں کے نمونوں سے ہوتی ہے اس لئے تم جو مسیح موعودؑ کی جماعت کہلا کر صحابہ کی جماعت سے ملنے کی آرزو رکھتے ہو اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کرو۔ اطاعت ہو تو ویسی ہو۔ باہم محبت اور اخوت ہو تو ویسی ہو۔ غرض ہر رنگ میں، ہر صورت میں تم وہی شکل اختیار کرو جو صحابہ کی تھی"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد سوم صفحہ 319 زیر آیت النساء:60)

فرمانِ خلیفۂ وقت

جماعت احمدیہ میں خلافت کی اطاعت اور نظام جماعت کی اطاعت پر جو اس قدر زور دیا جاتا ہے یہ اس لئے ہے کہ جماعتی نظام کو چلانے کے لئے یک رنگی پیدا ہونی ضروری ہے اور اس زمانے کے لئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان ہے کہ مسیح موعودؑ کے آنے کے بعد جو خلافت قائم ہونی ہے وہ عَلٰی مِنۡہَاجِ النُّبُوَّۃِ ہونی ہے وہ دائمی خلافت ہے اور جس کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے کہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا دیکھنا بھی ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ: "خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں۔ ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں"

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309)

(خطبہ جمعہ 9 جون 2006ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- لوائے مصطفیٰؐ تھامے (منظوم)
- جیڑی مہندی رنگ نہ دیوے کی فیر اودا لانا (اداریہ)
- سورۃ الحاقہ، المعارج اور نوح کا تعارف
- تبرکات حضرت مولانا غلام رسول راجیکیؓ

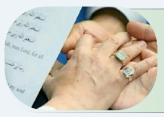

دربارِ خلافت

اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ کی دعا امت کو سکھلانے کا مقصد

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

پھر آپؑ نے حضرت موسیٰؑ کی بھی مثال دی کہ اُن کی قوم میں بھی نظر نہیں آتا۔ پھر فرمایا:

’’حضرت مسیح کے صحابہ کا حال سنو ... جس قدر حواری تھے، وہ مصیبت کا وقت دیکھ کر بھاگ گئے اور ایک نے بھی استقامت نہ دکھلائی اور ثابت قدم نہ رہے اور بزدلی اُن پر غالب آ گئی۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے تلواروں کے سایہ کے نیچے وہ استقامتیں دکھلائیں اور اس طرح مرنے پر راضی ہوئے جن کی سوانح پڑھنے سے رونا آتا ہے۔ پس وہ کیا چیز تھی جس نے ایسی عاشقانہ روح اُن میں پھونک دی اور وہ کونسا ہاتھ تھا جس نے اُن میں اس قدر تبدیلی کر دی۔ یا تو جاہلیت کے زمانہ میں وہ حالت اُن کی تھی کہ وہ دنیا کے کیڑے تھے اور کوئی معصیت اور ظلم کی قسم نہیں تھی جو اُن سے ظہور میں نہیں آئی تھی اور یا اس نبی کی پیروی کے بعد ایسے خدا کی طرف کھینچے گئے کہ گویا خدا اُن کے اندر سکونت پذیر ہوگیا۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ وہی توجہ اُس پاک نبی کی تھی جو اُن لوگوں کو سفلی زندگی سے ایک پاک زندگی کی طرف کھینچ کر لے آئی۔ اور جو لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے اُس کا سبب تلوار نہیں تھی بلکہ وہ اُس تیرہ سال کی آہ وزاری اور دعا اور تضرع کا اثر تھا جو مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرتے رہے۔ اور مکہ کی زمین بول اُٹھی کہ مَیں اس مبارک قدم کے نیچے ہوں جس کے دل نے اس قدر توحید کا شور ڈالا جو آسمان اُس کی آہ وزاری سے بھر گیا۔ خدا بے نیاز ہے۔ اُس کو کسی ہدایت یا ضلالت کی پرواہ نہیں‘‘۔ (کوئی ہدایت پاتا ہے یا گمراہ ہوتا ہے اُس کو پرواہ نہیں)۔ ’’پس یہ نورِ ہدایت جو خارق عادت طور پر عرب کے جزیرہ میں ظہور میں آیا اور پھر دنیا میں پھیل گیا، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلی سوزش کی تاثیر تھی‘‘۔ (یہ آپ کی دعائیں تھیں جو سینے سے اُبل رہی تھیں کہ دنیا ہدایت پا جائے۔) فرمایا ’’ہر ایک قوم توحید سے دور اور مہجور ہوگئی مگر اسلام میں چشمۂ توحید جاری رہا۔ یہ تمام برکتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا نتیجہ تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ اَلَّا یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ (الشعراء: 4)۔ یعنی کیا تو اس غم میں اپنے تئیں ہلاک کر دے گا جو یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ پس پہلے نبیوں کی اُمّت میں جو اس درجہ کی صلاح وتقویٰ پیدا نہ ہوئی اُس کی یہی وجہ تھی کہ اس درجہ کی توجہ اور دلسوزی اُمّت کے لئے اُن نبیوں میں نہیں تھی۔ افسوس کہ حال نے نادان مسلمانوں نے اپنے اس نبی مکرم کا کچھ قدر نہیں کیا اور ہر ایک بات میں ٹھوکر کھائی۔ وہ ختمِ نبوت کے ایسے معنی کرتے ہیں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو نکلتی ہے، نہ تعریف۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفسِ پاک میں افاضہ اور تکمیلِ نفوس کے لئے کوئی قوت نہ تھی۔ اور وہ صرف خشک شریعت کو سکھلانے آئے تھے‘‘۔ (یعنی کہ مسلمان یہ سمجھتے ہیں، یعنی اپنے عمل سے یہ ظاہر کرتے ہیں) ’’حالانکہ اللہ تعالیٰ اس اُمّت کو یہ دعا سکھلاتا ہے اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡھِمۡ (الفاتحہ: 6)۔ پس اگر یہ اُمّت پہلے نبیوں کی وارث نہیں اور اس انعام میں سے ان کو کچھ حصہ نہیں تو یہ دعا کیوں سکھلائی گئی؟‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 101-104 حاشیہ)

یہ حوالہ بھی حقیقۃ الوحی کا ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اقتداری معجزات کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’اس درجۂ لقا میں بعض اوقات انسان سے ایسے امور صادر ہوتے ہیں کہ جو بشریت کی طاقتوں سے بڑھے ہوئے ہوتے ہیں‘‘۔ (اور ایسا مقام پہنچ جاتا ہے جو ایسے معجزات بھی ظہور پذیر ہوتے ہیں کہ بظاہر ممکن نہیں بلکہ بشری طاقتوں سے بہت بڑھے ہوئے ہوتے ہیں اور انسانی طاقتوں سے باہر ہوتے ہیں) فرمایا کہ ’’جو بشریت کی طاقتوں سے بڑھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور الٰہی طاقت کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں جیسے ہمارے سیّد ومولیٰ سیّد الرسل حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں ایک سنگریزوں کی مٹھی کفّار پر چلائی۔ اور وہ مٹھی کسی دعا کے ذریعہ سے نہیں بلکہ خود اپنی روحانی طاقت سے چلائی۔ مگر اس مٹھی نے خدائی طاقت دکھلائی اور مخالف کی فوج پر ایسا خارق عادت اس کا اثر پڑا کہ کوئی ان میں سے ایسا نہ رہا کہ جس کی آنکھ پر اس کا اثر نہ پہنچا ہو‘‘۔ (بیشک قانونِ قدرت کے تحت اُس مٹھی کے پیچھے ایک آندھی آئی لیکن وہ مٹھی ہی تھی جس نے وہ آندھی کا سبب پیدا کر دیا) فرمایا ’’اور وہ سب اندھوں کی طرح ہو گئے اور ایسی سراسیمگی اور پریشانی ان میں پیدا ہوگئی کہ مدہوشوں کی طرح بھاگنا شروع کیا۔ اسی معجزہ کی طرف اللہ جلّ شانہ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے کہ وَمَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (الانفال: 18) یعنی جب تو نے اس مٹھی کو پھینکا وہ تو نے نہیں پھینکا بلکہ خدا تعالیٰ نے پھینکا۔ (کیونکہ اُس مٹھی کے پیچھے خدا تعالیٰ کی طاقت کارفرما تھی) ’’یعنی درپردہ

بقیہ صفحہ 6 پر

لوائے مصطفیٰؐ تھامے

ہمیں سب غم اٹھانے ہیں لوائے مصطفیٰؐ تھامے
مگر پھر گیت گانے ہیں لوائے مصطفیٰؐ تھامے

خدا نے جو اتاری ہے اسی مشعل کی جگ مگ سے
اندھیرے سب مٹانے ہیں لوائے مصطفیٰؐ تھامے

چلے ہیں عزم یہ لے کر سبھی رستے صداقت کے
زمانے کو دکھانے ہیں لوائے مصطفیٰؐ تھامے

خلافت کی اطاعت کے، محبت کے، عقیدت کے
میسر سب خزانے ہیں لوائے مصطفیٰؐ تھامے

پڑے ہیں آج بھی، یارو! جو غفلت کے لحافوں میں
وہ سوئے سب جگانے ہیں لوائے مصطفیٰؐ تھامے

نہ رکنا ہے، نہ جھکنا ہے کسی بھی ظلم کے آگے
قدم آگے بڑھانے ہیں لوائے مصطفیٰؐ تھامے

سنو زاہد! سدا جاری ہیں اب چشمے خلافت کے
یہ ہم نے راز جانے ہیں لوائے مصطفیٰؐ تھامے

سید طاہر احمد زاہد

ادار یہ

جیرڑی مہندی رنگ نہ دیوے کی فیر اودا لانا (قسط 1)

مہندی ایک مبارک لفظ ہے جس کا ذکر احادیث میں بھی ملتا ہے۔مہندی کا استعمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ بھی کیا کرتے تھے اور آج کے دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق بھی آتا ہے کہ آپؑ وسمہ کیا کرتے تھے۔

مہندی یا حنا کا استعمال زیادہ تر تو سر پر ہوتا تھا۔ایشیائی معاشرے میں گرمی سے بچاؤ کے لئے لوگ سر اور پاؤں پر بھی لگاتے رہے اور مستورات خوبصورتی کی خاطر اپنے ہاتھوں پر لگایا کرتی ہیں۔سر پر مہندی لگانے کے درج ذیل فوائد ہیں۔

1. بال رنگ دار ہو جاتے ہیں۔
2. بالوں میں خوبصورتی آجاتی ہے۔
3. بالوں میں چمک پیدا ہوتی ہے۔
4. ہلکی بھینی بھینی خوشبو ماحول کو معطر کرتی رہتی ہے۔
5. گرم موسم میں ٹھنڈک کا احساس ہوتا ہے۔

اس لئے ایشیائی معاشرے میں لوگ پاؤں پر مہندی لگاتے ہیں تا کہ گرمی کا احساس کم ہو۔ پاکستان میں بھیرہ کی مہندی مشہور رہے۔ بہت دُور دُور سے لوگ اس کو منگوا کر استعمال کرتے ہیں۔

عورتوں میں شادی بیاہ اور خوشی کے فنکشنز پر ہاتھوں کو مہندی سے رنگنے کا رواج عام ہوگیا ہے۔ اب تو نت نئے ڈیزائن کے ساتھ اسے استعمال میں لایا جاتا ہے اور اس کا خوب رنگ چڑھتا ہے۔شاعر نے انہی امور کو مدنظر رکھ کر کہا ہے کہ ’’جیرڑی مہندی رنگ نہ دیوے کی فیر اودا لانا‘‘ گویا مہندی کا کام ہی رنگنا ہے۔

اگر ہم وسمہ کو دینی اور روحانی معنوں میں استعمال کریں تو اپنے آپ کو خدائی اوصاف اور اسلامی تعلیمات سے رنگنے کا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تَخَلَّقُوْبِاَ خْلَا قِ اللّٰہِ کے الفاظ میں فرمایا ہے۔جس میں اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تمام امت مسلمہ سے تعلق رکھنے والوں کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے اخلاق و اطوار سے رنگین کرو۔ نیز قرآن کریم اور احادیث میں صحبت صالحین اختیار کرنے کا جو حکم ہے وہ دراصل صوفیاء اور ولیوں کے اوصاف کو اپنے اندر پیدا کرنے اور ان کی نیکیوں کے رنگ کو اپنے اوپر چڑھانا ہی مطلب ہوتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں کہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ فضا اپنے اردگرد کے ماحول میں بسنے والی خوشبوؤں سے اپنے آپ کو معطر کر لیتی ہے۔ ان خوشبوؤں کے رنگ کی آمیزش فضا میں ہو جاتی ہے۔ جہاں گلاب کے پھول ہوں گے وہاں فضا گلاب کی خوشبو سے مہک رہی ہو گی اور جہاں رات کی رانی یا دن کے راجا اور موتیا کے پودے ہوں گے وہاں ان جیسی خوشبوؤں سے ہی ہوا اپنے آپ کو رنگ کر اور معطر کر کے اس جیسی خوشبو کا لبادہ اوڑھ لیتی ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ گلاب کے پھول کی پتیاں جب پودے سے الگ ہو کر نیچے گرتی ہیں تو زمین کو بھی اپنے رنگ میں خوشبو لینے پر مجبور کر دیتی ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

’’ہمسایہ کی اصلاح میں ہی انسان کی اپنی اصلاح بھی ہوتی ہے خدا تعالیٰ نے انسان کو ایسا بنایا ہے کہ اس کے ہمسایہ کا اثر اس پر پڑتا ہے۔ نہ صرف انسان بلکہ دنیا کی ہر ایک چیز اپنے پاس کی چیز سے متاثر ہوتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ پاس پاس چیزیں ایک دوسرے کے اثر کو قبول کرتی ہیں، بلکہ سائنس کی موجودہ تحقیق سے تو یہاں تک پتہ چلتا ہے کہ جانوروں اور پرندوں وغیرہ کے رنگ ان پاس پاس کی چیزوں کی وجہ سے ہوتے ہیں جہاں وہ رہتے ہیں، مچھلیاں پانی میں رہتی ہیں اس لئے ان کا رنگ پانی کی وجہ سے اور سورج کی شعاعوں کی وجہ سے جو پانی پر پڑتی ہیں سفید اور چمکیلا ہوگیا۔مینڈک کناروں پر رہتے ہیں اس لئے ان کا رنگ کناروں کی سرسبز گھاس کی وجہ سے سبزی مائل ہوگیا۔ ریتلے علاقہ میں رہنے والے جانور مٹیالے رنگ کے ہوتے ہیں۔سرسبز درختوں پر بسیرا رکھنے والے طوطے سبز رنگ کے ہو گئے۔ جنگلوں اور سوکھی جھاڑیوں میں رہنے والے تیتروں وغیرہ کا رنگ سوکھی ہوئی جھاڑیوں کی طرح ہوگیا، غرض پاس پاس کی چیزوں کی وجہ سے اور ان کے اثرات قبول کرنے کی وجہ سے پرندوں کے رنگ بھی اسی قسم کے ہو جاتے ہیں، پس اگر جانوروں اور پرندوں کے رنگ پاس پاس کی چیزوں کی وجہ سے بدل جاتے ہیں تو انسان کے رنگ جن میں دماغی قابلیت بھی ہوتی ہے پاس کے لوگوں کو کیوں نہیں بدل سکتے، خدا تعالیٰ نے اسی لئے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ وَکُوْنُوْ مَعَ الصَّا دِقِیْنَ یعنی اگر تم اپنے اندر تقویٰ کا رنگ پیدا کرنا چاہتے ہو تو اس کا گر یہی ہے کہ صادقوں کی مجلس اختیار کرو تا کہ تمہارے اندر بھی تقویٰ کا وہی رنگ تمہارے نیک ہمسایہ کے اثر کے ماتحت پیدا ہو جائے جو اس میں پایا جاتا ہے۔

پس جماعت کی تنظیم اور جماعت کے اندر دینی روح کے قیام اور اس روح کے زندہ رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر شخص اپنے ہمسایہ کی اصلاح کی کوشش کرے کیونکہ ہمسایہ کی اصلاح میں اس کی اپنی اصلاح ہے۔ ہر شخص جو اپنے آپ کو اس سے مستثنیٰ سمجھتا ہے وہ اپنی روحانی ترقی کے راستہ میں خود روک بنتا ہے۔ بڑے سے بڑا انسان بھی مزید روحانی ترقی کا محتاج ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری دم تک اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کی دعا کرتے رہے۔ پس خدا کا وہ نبی جو پہلوں اور پچھلوں کا سردار ہے جس کی روحانیت کے معیار کے مطابق نہ کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ ہوگا اور جس نے خدا تعالیٰ کا ایسا قرب حاصل کیا کہ اس کی مثال نہیں ملتی اور نہ مل سکتی ہے اگر وہ بھی مدارج پر مدارج حاصل کرنے کے بعد پھر روحانی ترقی کا محتاج ہے اور روزانہ خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو کر اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ کہتا ہے اکیلا نہیں ہے بلکہ ساتھیوں کو ساتھ لے کر کہتا ہے تو آج کون سا انسان ہو سکتا ہے جو خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہو کر اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کہنے سے اور جماعت میں کھڑے ہو کر کہنے سے اپنے آپ کو مستغنی قرار دے۔ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو اس سے مستغنی قرار دیتا ہے تو وہ اپنے لئے ایسا مقام تجویز کرتا ہے جو مقام خدا تعالیٰ نے کسی انسان کے لئے تجویز نہیں کیا۔ کیونکہ اس قسم کا استغنا عزت نہیں بلکہ ذلت ہے ایمان کی علامت نہیں بلکہ وہ شخص کفر کے دروازہ کی طرف بھاگا چلا جا رہا ہے۔

پس تنظیم کے لئے ضروری ہے کہ اپنے متعلقات اور اپنے گردو پیش کی اصلاح کی کوشش کی جائے اس سے انسان کی اپنی اصلاح ہوتی ہے۔ اس سے قوم میں زندگی پیدا ہوتی ہے اور کامیابی کا یہی واحد ذریعہ ہے۔‘‘

(الفضل 6/ اگست 1965ء)

اللہ تعالیٰ کے اخلاق کو اپنانے اور قرآن کریم میں دی گئی دینی، اخلاقی اور اسلامی تعلیم کو پانے اور جسموں میں سمونے کے ذکر کے بعد سب سے پہلے اس پیارے، خوبصورت رنگ کا ذکر ضروری ہے جس نے دنیا میں موجود تمام مخلوق سے سب سے زیادہ یہ رنگ اپنے اندر جذب کیا اور وہ ہیں ہمارے نبی محترم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپؐ اپنے وجود میں اپنے معبود حقیقی کو اُتار کر قرآن کریم کی تعلیمات کی عملی تصویر بن گئے۔ آپؐ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا غرض زندگی کے ہر کام میں اللہ تعالیٰ اور اس پیاری کتاب قرآن کریم کو اپنے اوپر لاگو کرنا اور اپنے آپ کو ان رنگوں سے رنگین کرنا تھا۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم قوس قزح تھے۔ جس میں مختلف رنگوں کی آمیزش سارے آسمان میں اپنے رنگ بکھیر کر اسے خوبصورت بنا دیتی ہے۔ یہی کیفیت ہمارے آقا و مولیٰ سیدنا و امامنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی جن کے دینی اسلامی رنگا رنگ وجود نے اپنے جلو میں لوگوں کو جمع کرنا شروع کیا۔ ان کو اپنے ساتھ یا اپنے اندر جذب کیا اور وہ بھی انہی رنگوں میں رنگ گئے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَحْیَیْتَ اَمْوَاتَ الْقُرُوْنِ بِجَلْوَۃٍ
مَا ذَا یُمَا ثِلُکَ بِھٰذَا الشَّانِ

تو نے صدیوں کے مُردوں کو ایک ہی جلوہ سے زندہ کر دیا۔ کون ہے جو اس شان میں تیرا مثیل ہو سکے؟

تَرَکُوْا الْغَبُوْقَ وَ بَدَّ لُوْا مِنْ ذَوْقِہٖ
ذَوْقَ الدُّعَاءِ بِلَیْلَۃِ الْاَ حْزَانِ

انہوں نے شام کی شراب چھوڑ دی اور اس کی لذت کو غم کی راتوں میں دعا کی لذت سے بدل دیا۔

آج کے دور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک روحانی فرزند حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے فضاؤں اور زمینی حدود میں بکھرے اس پیارے وجود کے لازوال رنگوں کو اکٹھا کر کے اپنے اوپر چڑھایا اور ایک ایسی جماعت پیدا کی جو آج تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور پھر خلفاء کرام کے توسط سے ان لاثانی رنگوں کو اپنے اوپر چڑھا رہی ہے اور ساری دنیا میں کروڑوں کی تعداد میں یہ اسلامی رنگ کا لبادہ اوڑھ کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں اپنے آپ کو نچھاور کرنے کے لئے ہر دم تیار ہے۔

ان میں ایک سیدنا حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّلؓ تھے۔ جن کا تعلق اس شہر سے تھا۔ جس کی مہندی اور حنا ساری دنیا میں مشہور ہے۔ یہ زمین مہندی اور حنا کی خوشبو سے معطر ہو چکی ہے۔ اس کے اندر جذب کی کیفیت ہے۔ یہی جذب کی کیفیت لئے یہ سادھو، قادیان جا پہنچا اور وہاں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو لے کر ایسا امر ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان کے متعلق کہنا پڑا۔

چہ خوش بُودے اگر ہر یک زامّت نورِ دیں بودے
ہمیں بُودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقین بُودے

کیا ہی اچھا ہوتا اگر اُمّت میں سے ہر ایک نورالدین ہوتا یہ تبھی ہوتا اگر ہر دل یقین سے بھرا ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج کروڑوں دیوانے سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی سرکردگی میں اسلام احمدیت، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ اپنائے تبلیغ و تربیت میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اور اگر ہم میں سے کسی پر اس مہندی کا رنگ چوکھا نہیں چڑھا تو اسے ہر وقت سعی کرتے رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سے پیار، قرآن سے محبت، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء احمدیت سے عقیدت اور اسلامی تعلیم کے ہر چھوٹے سے چھوٹے امر کو بھی اپنا کر دوسروں کے لئے نمونہ بننا چاہئے اور ہمیں اسلام کے لئے گفتار اور کردار کا غازی بننا چاہئے جیسا کہ مجلس انصار اللہ برطانیہ 2019ء کے اجتماع پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطاب میں قول و فعل میں یکسانیت کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اگر ہمارے فعل ہمارے قول سے مطابقت نہیں رکھتے تو پھر اس رنگ بارے غور کرنا چاہئے جس کے ہم دعویدار ہیں۔ کیونکہ شاعر نے کہا

؎ جیرڑی مہندی رنگ نہ دیوے کی فیر اودا لانا

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقی معنوں میں اسلامی رنگ اپنے اوپر چڑھائے رکھنے کی توفیق دیتا رہے۔

(یہ اداریہ روزنامہ گلدستہ علم و ادب آن لائن لندن میں شائع ہوا تھا۔ اسے معمولی ردوبدل کے ساتھ قارئین الفضل کے استفادہ کے لئے الفضل آن لائن لندن کا حصہ بنایا جا رہا ہے)

(ابو سعید)

عائشہ چودھری۔ جرمنی

سورۃ الحاقہ، المعارج اور نوح کا تعارف

از حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

سورۃ الحاقہ

یہ سورت مکی ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی ترپّن آیات ہیں۔

سورۃ القلم میں یہ مضمون بیان ہوا تھا کہ ہم جب انبیاء کے دشمنوں کو مہلت دیتے ہیں تو اس لئے دیتے ہیں کہ ان کے گناہ کا پیمانہ لبریز ہو جائے اور پھر اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ان کو کوئی بچا نہیں سکتا۔ اس سورت میں بھی ان قوموں کا ذکر ہے جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بار بار مہلت دی گئی لیکن جب ان کے گناہوں کا پیمانہ بھر گیا تو اُن کی پکڑ کی گھڑی آ گئی۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جس بہت بڑے عذاب سے بنی نوع انسان کو ڈرانے کا ارشاد فرمایا ہے اس کا تعلق دنیا کی کسی خاص مذہبی جماعت سے نہیں بلکہ بحیثیت انسان ہر ایک کو متنبہ کیا گیا ہے۔ جب وہ واقعہ ہو گا تو دنیا کے لحاظ سے بھی انسان سمجھے گا کہ گویا زمین و آسمان اس پر پھٹ پڑے ہیں۔ انسان کی بعثتِ ثانیہ میں بھی یہ انتباہ ایک دفعہ پھر پورا ہو گا کہ نہ اس کا کوئی زمینی تعلق اسے بچا سکے گا، نہ آسمانی تعلق اور جہنم اس کا انجام ہو گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک عظیم گواہی پیش فرما رہا ہے اُن امور کے پورا ہونے کے متعلق بھی جو انسان کو کسی حد تک دکھائی دے رہے ہیں یا دکھائی دینے لگتے ہیں اور ان امور کے پورا ہونے کے متعلق بھی جن پر اس کی نظر نہیں جاتی۔ یعنی یہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں ایک معزز اَمین رسول کی باتیں ہیں نہ وہ کسی شاعر کا بہکا ہوا کلام ہے نہ کسی کاہن کی اٹکل پچو۔ یہ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے ایک تنزیل ہے۔

اس سورت کی آخری آیات میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کا ایک ایسا پیمانہ پیش فرما دیا گیا جس کا کوئی ردّ دشمن کی طرف سے نہیں ہوسکتا۔ دشمن کو متنبہ کیا کہ تمہارے نزدیک تو اس معزز کتاب کو اس رسول نے اپنے نفس سے ہی گھڑ لیا ہے حالانکہ اگر اس نے اللہ تعالیٰ پر چھوٹے سے چھوٹا افتراء بھی کیا ہوتا تو وہ یقیناً اس کو اور اس کے سلسلہ کو ہلاک کر دیتا۔ اور اگر اللہ یہ فیصلہ کرتا تو تم لوگ کسی طرح بھی اس کو بچا نہ سکتے۔ گویا تمہاری تمام قوتوں کے مقابل پر اللہ تعالیٰ اس کی نصرت فرما رہا ہے اور اس کو بچا رہا ہے جو یقینی طور پر اس کے اللہ کا رسول ہونے پر گواہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ کلام پھر بڑی صفائی سے اس کے حق میں پورا ہوا ہے: كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیۡ (المجادلہ: 22)

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، صفحہ 1066)

سورۃ المعارج

یہ سورت مکی ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی پینتالیس آیات ہیں۔

اس کی پہلی آیت ہی میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے عذاب سے متنبہ فرمایا ہے جسے کافر روک نہیں سکتے۔ پھر اللہ تعالیٰ کو ''ذی المعارج'' قرار دیا ہے یعنی اس کی بلندی طبقہ بہ طبقہ آسمان پر غور کرنے سے کسی حد تک سمجھ آسکتی ہے ورنہ اس کی رفعتوں کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ یہاں جس بلندی کا ذکر فرمایا گیا ہے اس پر ایک ایسی سائنسی شہادت ملتی ہے جس کا اس سورت میں خَمۡسِیۡنَ اَلۡفَ سَنَۃٍ والی آیت میں ذکر ہے کہ فرشتے اس کی طرف پچاس ہزار سال میں عروج کرتے ہیں۔ اب پچاس ہزار سال میں عروج کرنے کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔ اوّل: ظاہراً پچاس ہزار سال۔ اگر یہ معنی لئے جائیں تو اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ دنیا میں ہر پچاس ہزار سال بعد ایسی موسمی تبدیلی واقع ہوتی ہے کہ ساری زمین برفانی تودوں سے ڈھک جاتی ہے اور پھر از سرِ نو تخلیق کا آغاز ہوتا ہے۔ دوسرے یہ قابلِ توجہ بات ہے کہ یہاں مِمَّا تَعُدُّوۡن نہیں فرمایا۔ قرآن کریم کی ایک دوسری آیت جس میں ایک ہزار سال کا ذکر ہے، وہ اس کے ساتھ ملا کر پڑھی جائے تو مطلب یہ بنے گا کہ جو تم لوگوں کی گنتی ہے اس کے اگر ایک ہزار سال شمار کئے جائیں تو اللہ تعالیٰ کا ہر دن اُس ایک ہزار سال کے برابر ہو گا۔ اور اگر ہر دن کو ایک سال کے دنوں سے ضرب دی جائے اور پھر اس کو پچاس ہزار سال کے دنوں سے ضرب دی جائے تو جو اعداد بنتے ہیں وہ اللہ کے دنوں کی مدت کی تعین کرتے ہیں۔ پس اس حساب سے اگر پچاس ہزار سال سے جو اللہ تعالیٰ کے دن ہیں اُسے ضرب دی جائے تو اٹھارہ سے بیس بلین سال بن جائیں گے جو سائنسدانوں کے نزدیک کائنات کی عمر ہے۔

(365x50000x1000=18,250,000,000)

یعنی ہر کائنات اس عمر کو پہنچ کر پھر عدم میں ڈوب جاتی ہے اور اس کے بعد پھر عدم سے وجود پیدا کیا جاتا ہے۔

یہ اتنی بڑی مدت ہے کہ اسے انسان بہت دور کی بات سمجھتا ہے لیکن جب عذاب واقع ہو گا تو وہ گھڑی بالکل قریب دکھائی دے گی۔ وہ ایسا عذاب ہو گا کہ انسان اپنے قریب ترین عزیزوں کو اور اپنی جان، مال و دولت اور ہر چیز کو اس کے بدلہ فدیہ دے کر اس سے بچنا چاہے گا مگر ایسا نہیں ہو سکے گا۔ ہاں عذاب سے پہلے اگر مومنوں میں یہ صفات ہوں کہ وہ اپنی نماز پر قائم رہتے ہیں اور ہمیشہ فکر سے ادا کرتے ہیں اور علاوہ ازیں اپنی پاکیزگی کی حفاظت کے لئے ان تمام شرطوں کو پورا کرتے ہیں جو اُن پر عائد کی گئی ہیں تو یہ وہ خوش نصیب ہیں جو اس عذاب سے مستثنیٰ کئے جائیں گے۔

آیت نمبر 42 میں پھر اس بات کی تنبیہ فرمائی گئی کہ اللہ تم سے مستغنی ہے۔ پس اگر تم فسق و فجور سے باز نہیں آؤ گے تو اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ تمہاری جگہ نئی مخلوق لے آئے۔ پس جس عذاب کے واقعہ ہونے کی خبر دی گئی ہے اسی کے ذکر پر یہ سورت اپنے اختتام کو پہنچتی ہے۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، صفحہ 1072)

سورۃ نوح

یہ سورت ابتدائی مکی دور میں نازل ہوئی اور بسم اللہ سمیت اس کی انتیس آیات ہیں۔

گزشتہ سورت کے آخر میں فرمایا تھا کہ ہم اس بات پر قادر ہیں کہ تم سے بہتر لوگ پیدا کر دیں۔ اب اس سورت میں فرمایا کہ قوم نوح کے عذاب میں چھوٹے پیمانے پر یہی صورت تھی کہ پوری کی پوری قوم غرق کر دی گئی سوائے چند ایک کے جنہوں نے نوح علیہ السلام کی کشتی میں پناہ لی تھی اور پھر ان لوگوں سے جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ تھے ایک نئی بہتر نسل کا آغاز کیا گیا۔

آیت نمبر 5 میں پھر اللہ کی مقرر کردہ اجل کا ذکر ہے کہ جب وہ آئے گی تو پھر تم اسے ٹال نہیں سکو گے۔ یہ گزشتہ سورت کے مضمون کا اعادہ ہے۔

اس کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی اُس گریہ وزاری اور ابلاغ کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ محض پیغام پہنچا دینا کافی نہیں ہوا کرتا بلکہ اس پیغام کو سمجھانے کے لئے ایک نبی کو اپنی جان گویا ہلاک کرنی پڑتی ہے۔ کوئی ذریعہ وہ ایسا نہیں چھوڑتا جس سے قوم کے بڑوں اور چھوٹوں کو سمجھایا جا سکتا ہو۔ کبھی گریہ وزاری کے ساتھ اور کبھی چھپ چھپ کر تا کہ قوم کے متکبر لوگ، عوام الناس کے سامنے صداقت کو تسلیم کر کے شرمندگی محسوس نہ کریں۔ کبھی اعلانِ عام کے ساتھ تا کہ عوام الناس کو بھی براہ راست نبی سے پیغام پہنچے ورنہ ان کے سردار تو پیغام کو محرف کر کے پیش کریں گے۔ پھر کبھی انہیں طمع دلاتا ہے کہ دیکھو! اگر تم ایمان لے آؤ گے تو آسمان تم پر بکثرت رحمتوں کی بارش فرمائے گا اور کبھی خوف دلاتا ہے کہ اگر ایمان نہیں لاؤ گے تو آسمان سے رحمت کی بارش کی بجائے انتہائی ہلاکت خیز بارش ہو گی اور زمین بھی تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکے گی بلکہ زمین سے بھی ہلاکت کے سوتے پھوٹ پڑیں گے۔ تب اس اتمام حجت کے بعد، اور اسی کا نام اتمامِ حجت ہے، آخر ان کی صف لپیٹ دی گئی اور ایک نئی قوم کی بنا ڈالی گئی۔

پس حضرت نوح علیہ السلام نے جو یہ دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ کفار میں سے کوئی باقی نہ چھوڑے اور ہلاک کر دے، اس بنا پر کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو یہ علم دیا تھا کہ اب اگر یہ زندہ رکھے گئے تو صرف فاسق و فاجر پیدا کریں گے۔ ان کی نسلوں سے مومن پیدا ہونے کی امید منقطع ہو چکی ہے۔ پس جب الٰہی جماعتیں اس طرح حجت تمام کر دیا کرتی ہیں تب ان کا یہ حق بنتا ہے کہ مخالفین کی تباہی کی دعا کریں۔ علاوہ ازیں اس سورت میں یہ بھی ذکر ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو متوجہ فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کو ایک باوقار ہستی کیوں تسلیم نہیں کرتے؟ اُسی نے تمہیں بھی تو طبقہ در طبقہ آگے بڑھاتے ہوئے تکمیل کی منزل تک پہنچایا ہے اور یہی چیز آسمان کے طبقہ در طبقہ بلندیوں سے ثابت ہوتی ہے۔ یہ مضمون ایک حد تک اس قوم کی سمجھ سے بالا تھا۔ نہ اسے اپنے ماضی کا پتہ تھا کہ کیسے طبقہ در طبقہ پیدا ہوئے، نہ اپنے مستقبل کا علم تھا۔ نہ وہ آسمان کی طبقہ در طبقہ بلندیوں کا علم رکھتے تھے۔ غالباً یہ ایک پیشگوئی ہے کہ آئندہ زمانہ میں جب ایک نئی ''کشتی نوح'' بنائی جائے گی تو اس زمانہ کے لوگوں کو ان سب چیزوں کا علم ہو چکا ہو گا۔ پھر بھی اگر وہ شرک پھیلانے سے باز نہ آئے اور ان پر ہر قسم کی حجّت پوری کر دی گئی تو آخر اُن کے حق میں فَسُحۡقًا تَسۡحِیۡقًا اور وَلَا تَذَرۡ عَلَی الۡاَرۡضِ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ دَیَّارًا کی دعا ضرور پوری ہو کر رہے گی۔

(قرآن کریم اردو ترجمہ مع سورتوں کا تعارف از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ، صفحہ 1077-1078)

غلام مصباح بلوچ۔ استاد جامعہ احمدیہ کینیڈا

تعارف صحابہ کرامؓ

حضرت بابو عزیز الدین زرگرؓ

حضرت بابو عزیز الدین صاحب رضی اللہ عنہ ولد مکرم گلاب دین صاحب زرگر سیالکوٹ کے رہنے والے تھے، آپ اندازاً 1886ء میں پیدا ہوئے اور 1902ء میں بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ اخبار الحکم میں درج نومبائعین کی فہرست میں سیالکوٹ سے زرگر فیملی کے چند نام بھی شامل ہیں جس میں آپ کا نام ''میاں عزیز الدین صاحب'' بھی شامل ہے۔ (الحکم 24/ نومبر 1902ء صفحہ 16 کالم 3) آپ محکمہ انہار میں ملازم تھے۔ آپ کی شادی لاہور کے ایک ابتدائی صحابی حضرت میاں قمرالدین مرحوم رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے خلافت اولیٰ کے زمانے میں ہوئی۔ آپ تبلیغ اسلام کی خاطر بیرون ملک جانے کی خواہش رکھتے تھے جس کی تکمیل کے لیے 1918ء میں ملازمت سے لمبی رخصت لے کر بیوی بچوں کو قادیان شفٹ کیا اور کچھ ماہ بعد ولایت روانہ ہوگئے۔ آپ مورخہ 3/ مارچ 1920ء کو نواب زادہ عبدالرحیم خان صاحب ابن حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ آف مالیر کوٹلہ کی معیت میں لندن پہنچے۔

(الفضل 15/ اپریل 1920ء صفحہ 7 کالم 1)

اخبار الفضل لکھتا ہے:

''بابو عزیزالدین صاحب احمدی جو اپنے خرچ پر تبلیغ اسلام و احمدیت کے لیے حسب منشاء حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ لنڈن گئے ہیں، اپنے تازہ خط میں لکھتے ہیں کہ میں ایک ہندوستانی مسلمان کے مکان پر رہتا ہوں جو بیس سال سے یہاں اقامت پذیر ہیں، حضرت اقدس مسیح موعود سے محبت رکھتے ہیں، میں نے انھیں براہین احمدیہ سنانا شروع کی ہے اور کوشش میں ہوں کہ ان کے بال بچے نماز کے پابند ہو جائیں....''

(الفضل 12/ اپریل 1920ء صفحہ 2)

''بھائی عزیزالدین صاحب علاوہ اپنے معمولی فرائض کے تبلیغ کے کام میں بھی دلچسپی لے رہے ہیں، لٹریچر تقسیم کرنے، لوگوں سے ملاقاتیں کرنے اور لیکچروں کے انتظام میں آپ کی مدد نہایت مفید ثابت ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور دوسرے دوستوں کو ان کی مثال کی تقلید کرنے کی توفیق۔'' (الفضل 9/ ستمبر 1920ء صفحہ 2) ایک اور رپورٹ کہتی ہے: ''پبلک اور پرائیویٹ لیکچر بدستور جاری ہیں جس میں بھائی عزیز الدین احمد اور مولوی مبارک علی صاحب زیادہ تر حصہ لے رہے ہیں۔''

(الفضل 10/ فروری 1921ء صفحہ 2 کالم 2)

مکرم ومحترم مولوی مبارک علی صاحب بی اے بی ٹی (وفات یکم نومبر 1969ء) جو اُس وقت لنڈن میں احمدیہ مسجد کے امام تھے، اپنی ایک رپورٹ میں لکھتے ہیں: ''..... میرے رفیق شیخ عزیزالدین صاحب نے اثناء سال میں باوجود اپنے متعلقہ کاروبار کی مصروفیتوں کے حاضرین کی خاصی تعداد کے سامنے متعدد مقامات ڈبلن، برمنگھم، گلاسگو، لیڈس، لور پول، ناٹنگھم، نائٹن، شف فیلڈ، ڈاربی وغیرہ دیگر شہروں میں لیکچر دیے ہیں.....'' (الفضل 9/ نومبر 1922ء صفحہ 4) 1921ء میں لنڈن مشن کے اخراجات برداشت کرنے کی غرض سے لنڈن میں ایک ''اورینٹل ہاؤس'' (Oriental House) جاری کیا گیا جو انگلستان اور دیگر یورپین ممالک میں تجارت کی غرض سے ہندوستانی ساخت کی اشیاء مہیا کرتا تھا۔ (الفضل 9/ نومبر 1922ء صفحہ 3 کالم 3) حضرت بابو عزیز الدین صاحبؓ اس تجارتی شاخ کے انچارج تھے۔ 1923ء میں لندن میں مصنوعات کی ایک نمائش ہوئی جس میں آپ نے جماعت کی طرف سے سٹال لگایا، اس نمائش کو دیکھنے کے لیے اُس وقت کے شاہ برطانیہ و قیصر ہند عزت مآب جارج پنجم بھی تشریف لائے، اخبار الفضل اس کے متعلق رپورٹ میں لکھتا ہے: ''حضور ملک معظم شاہ برطانیہ و قیصر ہند ..... نمائشی مصنوعات سلطنت برطانیہ کے میلہ میں ..... معہ وزراء تشریف لائے اور احمدیہ وفد تبلیغ کی شاخ تجارت نے جو دکان نمائش میں کھولی تھی اُس پر آگئے اور مولوی عزیزالدین صاحب مینجر صیغہ تجارت سے قریبًا 5 منٹ تک گفتگو فرمائی۔ مولوی صاحب نے موقعہ سے فائدہ اٹھاکر حضور قیصر ہند میں تحفہ شہزادہ ویلز دکھاکر سلسلہ عالیہ احمدیہ کا اسی قدر ذکر کر دیا جس کو وقت و حالات نے اجازت دی، الحمد للّٰہ علیٰ ذالك۔''

(الفضل 23/ اپریل 1923ء صفحہ 11 کالم 2)

حضرت مولوی عبدالرحیم درد صاحب رضی اللہ عنہ اپنی ایک رپورٹ میں لکھتے ہیں: ''اس ہفتہ ہائڈ پارک میں عیسائیوں کے ساتھ ہمارا ایک مباحثہ ہوا، ہماری طرف سے مکرمی بابو عزیز الدین صاحب مناظر تھے اور ان کی طرف سے ایک مناظر پروٹسٹنٹ سوسائٹی کا تھا.''

(الفضل 22/ اگست 1925ء صفحہ 2 کالم 1-2)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے سفر انگلستان 1924ء کے موقع پر آپ لندن میں ہی تھے، اس موقع پر لیے گئے ایک گروپ فوٹو میں آپ بھی موجود ہیں۔ لندن کی ڈائری میں ایک جگہ حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں: ''حضرت اقدس کے ساتھ میاں عزیزالدین صاحب کل بعض دکانات پر گئے ہوئے تھے ..... بھائی عزیزالدین بتاتے ہیں کہ کل ایک بڑی دکان پر گئے اِدھر اُدھر کا سامان دیکھا بھالا۔ دکان کا مالک انگریز میاں عزیزالدین صاحب سے الگ ہوکر کہنے لگا کہ یہ شخص اپنے چہرے سے کوئی عظیم الشان شخصیت کا انسان معلوم ہوتا ہے۔ میاں عزیز الدین صاحب نے کہا کہ تم ٹھیک کہتے ہو یہ انسان واقع میں ایسا ہی ہے جیسا تم نے قیاس کیا۔''

(سفر یورپ 1924ء از قلم حضرت بھائی عبدالرحمٰن قادیانیؓ۔ صفحہ 372)

مسجد فضل لندن کے افتتاح کے لیے جب مہمان خصوصی جناب سر عبدالقادر صاحب تشریف لائے تو اس موقع پر بنائی گئی ایک مختصر مگر تاریخی وڈیو میں آپ اُن کے ساتھ آتے دیکھے جاسکتے ہیں جس کے بعد پھر حضرت مولانا عبدالرحیم دردؔ رضی اللہ عنہ امام مسجد فضل لندن اُن کا استقبال کر کے آگے لے جاتے ہیں۔

آپ 1927ء میں واپس ہندوستان آگئے، اخبار الفضل لکھتا ہے: ''میاں عزیزالدین صاحب جو لنڈن میں احمدیہ مشن کے ماتحت تجارتی شاخ کے انچارج تھے، سات سال کام کرنے کے بعد واپس آگئے ہیں۔'' (الفضل 12/ اپریل 1927ء) لیکن کچھ عرصہ بعد پھر انگلستان چلے گئے اور اپنی وفات سے کچھ عرصہ قبل واپس ہندوستان آگئے تھے۔ آپ نے 9/ مئی 1934ء کو بعمر 47 سال وفات پائی اور آپ بوجہ موصی (وصیت نمبر 1705) ہونے کے بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے، آپ کے بیٹے مکرم عبدالعزیز دین صاحب لنڈن نے خبر وفات دیتے ہوئے لکھا:

''خاکسار کے والد بزرگوار بابو عزیزالدین صاحب مرحوم بہت عرصہ بیمار رہنے کے بعد 9/ مئی کو وفات پاگئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت کے مخلص احمدی تھے، تبلیغ کا جوش اس قدر تھا کہ باوجود سخت بیماری کے انگلستان کے اکثر حصوں میں باقاعدہ لیکچر دیتے رہے۔ بیماری کے دوران میں آپ کی یہی دعا اور خواہش تھی قادیان پہنچ کر فوت ہوں۔ گو ظاہری حالات کے لحاظ سے ان کا قادیان پہنچنا مشکل تھا لیکن خدا تعالیٰ نے آپ کی اس خواہش کو محض غیبی سامانوں سے پورا کر دیا..... حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے جنازہ خود پڑھا اور مرحوم مقبرہ بہشتی میں دفن ہوئے .....''

(الفضل 12/ جون 1934ء صفحہ 2 کالم 1)

حضرت بابو عزیز الدین صاحبؓ کی اہلیہ محترمہ اپنے بیٹے مکرم عبدالعزیز دین صاحب کے پاس لنڈن چلی گئی تھیں جہاں پہنچنے کے تھوڑے عرصہ بعد ہی مورخہ 6/ ستمبر 1946ء کو وفات پا گئیں۔ آپ بہت نیک خاتون تھیں اور صحابیہ و موصیہ تھیں۔ لندن کے مشہور Brookwood قبرستان میں مدفون ہوئیں۔

(الفضل 10/ اکتوبر 1946ء صفحہ 5، 6) (الفضل 19/ اکتوبر 1946ء صفحہ 5 کالم 1)

آپ کی اولاد میں تین بیٹے مکرم عبدالعزیز دین صاحب، عبدالرحمٰن صاحب، عبدالمنان صاحب اور ایک بیٹی تھیں۔

(الفضل 10/ اکتوبر 1946ء صفحہ 5)

آپ کے بیٹے مکرم عبدالعزیز دین صاحب جماعت احمدیہ انگلستان کے دیرینہ ممبر تھے، 1928ء میں انگلستان آئے اور اپنے کاروبار کے علاوہ جماعتی خدمات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، انگلستان کی پرانی رپورٹوں میں آپ کا ذکر بھی موجود ہے۔ محترم بشیر احمد رفیق صاحب سابق امام مسجد فضل لندن نے اپنی کتاب ''چند خوشگوار یادیں'' میں آپ کا محبت بھرا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: ''مسٹر عبدالعزیز دین صاحب..... ہمارے لندن مشن کے ایک نہایت فعال، مخلص اور دیندار بزرگ تھے۔ ان کا ملنا یقینًا ملاقات مسیحا و خضر سے کم نہ تھا، ان کی صحبت صالحین کی صحبت سے کم نہ تھی۔ مکرم عزیز صاحب لندن مشن کی چلتی پھرتی تاریخ تھے۔'' آپ کے ربوہ آنے کی خبر اخبار الفضل 17/ مارچ 1960ء صفحہ 4 پر درج ہے۔ حضرت نواب سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ جب 1962ء میں انگلستان تشریف لے گئیں تو اُن کا قیام مکرم عبدالعزیز صاحب کے گھر ہی رہا اور آپ نے تین ماہ تک ''دخت کرام'' کی مہمان نوازی کا شرف پایا۔ آپ کی ایک بیٹی محترمہ نصرت صاحبہ کی شادی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پڑنواسے مکرم سلمان احمد خان صاحب ابن محترم نواب عباس احمد خان صاحب کے ساتھ ہوئی۔

(نوٹ: اسی نام کے ایک اور صحابی حضرت عزیز دین احمد زرگر رضی اللہ عنہ ولد میاں امام دین صاحب قوم راجپوت سندھو پیدائشی احمدی ساکن چوک نواب صاحب لاہور کا ذکر بھی جماعتی لٹریچر میں ملتا ہے، انہوں نے 31/ دسمبر 1981ء کو 84 سال کی عمر میں وفات پائی اور لاہور میں مدفون ہوئے، بفضلہٖ تعالیٰ موصی (وصیت نمبر 8808) تھے، یادگاری کتبہ بہشتی مقبرہ ربوہ میں لگا ہوا ہے۔)

عاطف وقاص۔ ٹورنٹو کینیڈا

آؤ! اُردو سیکھیں

سبق نمبر 37

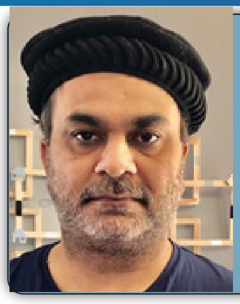

فعل Verb

فعل وہ الفاظ ہیں کہ جن سے کسی شے کا ہونا(State of being exist) یا کرنا(Action) ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے ڈرامہ شروع ہوا۔ اُس نے خط لکھا۔ ریل چلی۔

Verbs are words that show an action (sing),occurrence(develop),or state of being (exist).

فعل کی اقسام بلحاظ معنی

1۔ لازم 2۔متعدی 3۔ ناقص 4۔ معدولہ

فعل لازم :

فعل لازم وہ فعل ہے جس میں کسی کام کا کرنا پایا جائے۔ مگر اس کا اثر صرف کام کرنے والے یعنی فاعل تک رہے اور بس۔ جیسے احمد آیا۔ کھانا پکا۔ مکان سجا۔

فعل متعدی

متعدی وہ فعل ہے جس کا اثر فاعل سے گزر کر مفعول تک پہنچے۔ جیسے احمد نے خط لکھا۔ یہاں لکھا فعل (verb) ہے، احمد فاعل (subject) اور خط مفعول(object)۔یعنی احمد نے جو کام کیا ہے وہ ہے لکھنا اور اس کے کام یعنی فعل کا اثر ایک چیز تک گیا ہے تو جس چیز پہ اثر پڑا ہے وہ مفعول ہے پس یہاں وہ اثر خط تک گیا ہے۔

فعل ناقص

یہ فعل اثر ڈالتا نہیں بلکہ اثر کو ثابت کرتا ہے جیسے احمد بیمار ہے۔ اس جملے میں نہ کوئی فاعل ہے نہ مفعول بلکہ صرف فعل یعنی بیماری کے اثر کو احمد پر ثابت کرتا ہے۔ لہذا اس جملے میں احمد محض ایک اسم Noun ہے اور بیمار اس کی خبر ہے۔ افعال ناقص جو اکثر استعمال ہوتے ہیں۔ ہونا، بننا، نکلنا، رہنا، پڑنا، لگنا، نظر آنا، دکھائی دینا۔ ان کے علاوہ ہوجانا، بن جانا، معلوم ہونا بھی افعال ناقص کا کام دیتے ہیں۔مثالیں دیکھتے ہیں۔

اکبر مربی بن گیا۔ اصغر امیر ہوگیا۔ٹرین اسٹیشن سے نکل گئی۔ بچوں پہ بری صحبت کا اثر پڑتا ہے۔ وہ شخص پولیس والا معلوم ہوتا ہے۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ افعال اپنا آپ سیاق سباق کے لحاظ سے بدل بھی لیتے ہیں یعنی اایک فعل ایک جملے میں ناقص ہے تو وہ بعض دوسری جگہوں پہ لازم ہوسکتا ہے۔فعل لازم کی تعریف اوپر بیان کر دی گئی ہے۔

مزید مثالیں دیکھتے ہیں :

ہونا، ایک فعل ناقص ہے۔ اس سے دو جملے بناتے ہیں۔

وہ چالاک ہے۔ ہونا بدل کر ہے بن گیا۔ احمد بے خبر ہے۔جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ فعل ناقص کسی اثر کو ثابت کرتا ہے تو ’’وہ چالاک ہے‘‘ اور ’’احمد بے خبر ہے‘‘ میں ایک خبر دی جارہی ہے نہ تو کوئی فاعل ہے جو کوئی کام کر رہا ہو نہ ہی کوئی مفعول ہے جس پہ کام ہو رہا ہو۔

نیچے دی گئی مثال میں فعل ہے ’’رہنا‘‘ اس کی دو صورتیں دیکھتے ہیں۔

پہلی صورت میں یہ ناقص ہے اور دوسری میں لازم

وہ جاہل ہی رہا remained۔ (ناقص)، وہ شہر میں رہتا lives ہے (لازم)۔

فعل ہے ’’نکلنا‘‘ اس کی دو صورتیں دیکھتے ہیں۔

وہ بڑا بیوقوف نکلا proved/turned out (ناقص)، وہ دروازے سے نکلا۔ went out

یہاں انگریزی ورب یا فعل اس لئے دیے گئے ہیں تا کہ آپ فرق سمجھ سکیں۔معنوں کے اس فرق کے لئے انگریزی میں الفاظ یعنی فعل ہی تبدیل کر دیے جاتے ہیں جبکہ اردو میں سیاق و سباق کے ذریعے معنوں کو سمجھا جاتا ہے جبکہ لفظ یعنی فعل وہی رہتا ہے۔

فعل بن گیا سے دو صورتیں یعنی ناقص اور لازم

وہ امیر بن گیا became۔ (ناقص)، مکان بن گیا built (لازم)۔

فعل لگنا سے دو صورتیں یعنی ناقص اور لازم

وہ بھلا لگتا ہے looks good (ناقص)، مجھے پتھر لگا hit by a rock (لازم)۔

فعل معدولہ

یہ فعل نہ تو لازم ہے جس میں کسی کام کا کرنا پایا جائے۔ مگر اس کا اثر صرف کام کرنے والے یعنی فاعل تک رہے اور بس اور نہ متعدی جس کا اثر فاعل سے گزر کر مفعول تک پہنچے۔فعل معدولہ صرف ’’ہونا‘‘ ظاہر کرتا ہے نہ کہ کرنا، اور اُس کا میلان مجہول passive voice کی طرف ہوتا ہے۔ فعل یعنی ورب کی یہ سب سے سادہ اور ابتدائی قسم ہے۔ جیسے پٹنا(مار کھانا)، کھلنا، بجنا (ringing, playing)، بکنا(فروخت ہوجانا)، گھٹنا(کم ہوجانا)، کٹنا(کٹ جانا) وغیرہ افعال معدولہ ہیں۔مثلاً دروازہ کھلا، مال بکا، اصغر پٹا۔ ان امثال میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ایک ایسے کام کا ہونا ظاہر کیا جارہا ہے جو کسی بیرونی، نامعلوم جانب سے ہوگیا ہے اور جس نے کیا ہے اس کا جملے میں کوئی ذکر نہیں۔ نیز جملے کی بناوٹ مجہول یعنی passive ہے۔ اگلے اسباق میں ہم فعل یعنی ورب کے بارے مزید بحث کریں گے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

مرض دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک مرض مستوی اور ایک مرض مختلف۔مرض مستوی وہ ہوتا ہے جس کا درد وغیرہ محسوس نہیں ہوتا جیسے برص، اور مرض مختلف وہ ہے جس کا درد وغیرہ محسوس ہوتا ہے۔ اس کے علاج کا تو انسان فکر کرتا ہے اور مرض مستوی کی چنداں پرواہ نہیں کرتا۔ اسی طرح سے بعض گناہ تو محسوس ہوتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ انسان ان کو محسوس بھی نہیں کرتا۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہر وقت انسان خدا تعالیٰ سے استغفار کرتا رہے۔قبروں پر جانے سے کیا فائدہ۔ خدا تعالیٰ نے تو اصلاح کے لئے قرآن شریف بھیجا ہے۔ اگر پھونک مار کر اصلاح کر دینا خدا تعالیٰ کا قانون ہوتا تو پیغمبر خدا ﷺ تیرہ برس تک مکہ میں کیوں تکلیفیں اٹھاتے ابوجہل وغیرہ پر اثر کیوں نہ ڈال دیتے۔ ابوجہل کو جانے دو ابوطالب کو تو آپ سے بھی محبت تھی۔غرض بے صبری اچھی نہیں ہوتی اس کا نتیجہ ہلاکت تک پہنچاتا ہے۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 220 ایڈیشن 2016)

اقتباس کے مشکل الفاظ کے معنی

مرض: بیماری

دوقسم: دو طرح کے of two types

مرض مستوی: Asymptomatic diseases

ایسی بیماری جس کی کوئی علامت ظاہر نہ ہو۔

مرض مختلف: Symptomatic diseases

ایسی امراض جن کی علامتیں ظاہر ہوں۔

چنداں: بالکل بھی۔

پھونک مار کر: ایک دم میں، جلدی سے، بنا محنت و مجاہدہ کئے۔

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

الٰہی طاقت کام کر گئی۔ انسانی طاقت کا یہ کام نہ تھا‘‘

پھر فرمایا: ’’اور ایسا ہی دوسرا معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جوشق القمر ہے‘‘ (یعنی چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا جو واقعہ آتا ہے) ’’اسی الٰہی طاقت سے ظہور میں آیا تھا کہ کوئی دعا اس کے ساتھ شامل نہ تھی کیونکہ وہ صرف انگلی کے اشارہ سے جو الٰہی طاقت سے بھری ہوئی تھی وقوع میں آ گیا تھا۔ اور اس قسم کے اَور بھی بہت سے معجزات ہیں جو صرف ذاتی اقتدار کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھلائے جن کے ساتھ کوئی دعا نہ تھی۔ کئی دفعہ تھوڑے سے پانی کو جو صرف ایک پیالہ میں تھا اپنی انگلیوں کو اس پانی کے اندر داخل کرنے سے اس قدر زیادہ کر دیا کہ تمام لشکر اور اونٹوں اور گھوڑوں نے وہ پانی پیا اور پھر بھی وہ پانی ویسا ہی اپنی مقدار پر موجود تھا‘‘۔ (یہ معجزات دکھائے) ’’اور کئی دفعہ دو چار روٹیوں پر ہاتھ رکھنے سے ہزار ہا بھوکوں پیاسوں کا ان سے شکم سیر کر دیا‘‘۔ (یعنی پیٹ بھر دیا) ’’اور بعض اوقات تھوڑے دودھ کو اپنے لبوں سے برکت دے کر ایک جماعت کا پیٹ اس سے بھر دیا۔ اور بعض اوقات شور آب کنوئیں میں‘‘ (یعنی نمکین پانی والے کنوئیں میں) ’’اپنے منہ کا لعاب ڈال کر اس کو نہایت شیریں کر دیا۔ اور بعض اوقات سخت مجروحوں پر اپنا ہاتھ رکھ کر ان کو اچھا کر دیا۔ اور بعض اوقات آنکھوں کو جن کے ڈیلے لڑائی کے کسی صدمہ سے باہر جا پڑے تھے‘‘ (آنکھیں باہر آ گئی تھیں، ڈیلا) ’’اپنے ہاتھ کی برکت سے پھر درست کر دیا‘‘۔ (واپس رکھ دیا اور آنکھ اُسی طرح سالم ہوگئی) ’’ایسا ہی اور بھی بہت سے کام اپنے ذاتی اقتدار سے کئے جن کے ساتھ ایک چھپی ہوئی طاقتِ الٰہی مخلوط تھی‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 65-66)

(خطبہ جمعہ یکم فروری 2013ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

قمر احمد ظفر۔ نمائندہ روزنامہ الفضل آن لائن جرمنی

اختتامی خطاب جلسہ سالانہ قادیان حضور انور ایدہ اللہ

مؤرخہ 26/ دسمبر 2021ء

(بصورت سوال و جواب)

سوال: حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تشہد، تعوّذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد کیاارشاد فرمایا؟

جواب: آج قادیان کے جلسہ ٔسالانہ کا آخری دن ہےآخری سیشن ہے یہ، اِسی طرح افریقہ کے ایک ملک گنی بساؤ میں بھی جلسہ ہو رہا ہے اُنہوں نے بھی درخواست کی تھی کہ ہمیں بھی شامل کر لیں اور اِس لئے بعض جگہ ٹیلی ویژن پہ اُن کو بھی دکھایا جا رہا ہے۔

سوال: اسلام کی تعلیم کی بابت ہم کیا دعویٰ کرتے ہیں؟

جواب: اسلام کی تعلیم ہی اپنی اصلی حالت میں ہونے کی وجہ سے وہ تعلیم ہے جو ایک خوبصورت معاشرہ قائم کرنے کے لئے اعلیٰ ترین تعلیم ہے، یہی وہ تعلیم ہے جس پر حقیقی رنگ میں اگر عمل کیا جائے تو خدا تعالیٰ کے قریب بھی کرتی ہے اور پھر اُس قُرب کی وجہ سے اور خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کی خواہش اور کوشش کی وجہ سے ایک حقیقی مسلمان کو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی طرف بھی ایسی رہنمائی کرتی ہے جو بے مثال ہے۔

سوال: Covid19 کی بیماری کے تناظر میں کیا تذکرہ ہوا؟

جواب: یہ بیماری جس نے تمام دنیا کو آجکل ہلا کر رکھ دیا ہے یعنی Covid19 کی بیماری، اِس نے بھی دلوں کی کُدورتیں دُور نہیں کیں، قوموں کے ایک دوسرے پر فوقیت کے خنّاس کو دُور نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کی اِس وارننگ سے کوئی سبق نہیں انسان حاصل کر رہا اور اگر یہ اِسی طرح قائم رہا جو رویّہ ہے لوگوں کا، قوموں کا تو بڑے خطرناک نتائج پیدا ہوں گے۔

سوال: حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطاب کے نفسِ مضمون کی بابت کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: مَیں اِس وقت اسلام کی امن و سلامتی کی تعلیم کے بارہ میں چند پہلو بیان کروں گا جن پر اگرحقیقت میں عمل ہو تو دنیا امن وسلامتی کا گہوارا بن سکتی ہے، یہی باتیں ہیں جو دنیا کے امن کی ضمانت ہیں جو اسلام نے پیش کی ہیں، قرآنِ کریم کی تعلیم کی روشنی میں یہ باتیں مَیں بیان کروں گا۔

سوال: اسلام اور دوسرے مذاہب کی تعلیم میں بڑا واضح فرق کیا ہے؟

جواب: وہ صرف اپنے مذہب اور اپنی تعلیم کو ہی سچا سمجھتے ہیں لیکن اِس تعلیم کے مطابق جو قرآنِ کریم نے ہمیں دی ہے مسلمان پر فرض ہے کہ یہ تسلیم کریں کہ ہر قوم میں نبی آئے ہیں اور جب ہر قوم میں نبی کو مانیں گے تو پھر وہ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ تمہارا نبی جھوٹا ہے۔

سوال: اسلامی تعلیم اور تاریخ سے ناواقفیت کی وجہ سے ایک غلط تصور کیا قائم ہوگیا ہے؟

جواب: اسلام شدّت پسند مذہب ہے اور زبردستی اِس تعلیم کی وجہ سے ابتداء میں لوگوں کو اسلام میں داخل کیا گیا ہے اور اب بھی اِسی طرح کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، یہ ایک ایسا الزام ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں ہے، قرآنِ کریم کو جب ہم دیکھیں تو بے شمار جگہ قرآنِ کریم جبر کی تعلیم کی نفی کرتا ہے اور جبر سے روکتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا! وَلَوۡشَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنۡ فِي الۡاَرۡضِ كُلُّهُمۡ جَمِيۡعًا ؕ اَفَاَنۡتَ تُكۡرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ (یونس:100) اور اگر تیرا ربّ چاہتا تو جو بھی زمانہ میں بستے ہیں اکٹھے سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا

تُو اُن لوگوں کو مجبور کرسکتا ہے حتّٰی کہ وہ ایمان لانے والے ہو جائیں۔

سوال: پس تبلیغ کا حکم ہے، اسلام کا پیغام پہنچانے کا حکم ہے، دوسروں کو راستہ دکھانے کا حکم ہے اور یہ راستہ دکھا کر پھر اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے؟

جواب: وَقُلِ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّكُمۡ‌ ۚ فَمَنۡ شَآءَ فَلۡيُؤۡمِنۡ وَّمَنۡ شَآءَ فَلۡيَكۡفُرۡ (الکھف:30) اور کہہ دے کہ حقّ وہی ہے جو تمہارے ربّ کی طرف سے ہے پس جو چاہے وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو انکار کر دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ یہ تعلیم سچی ہے تمہارے فائدہ کے لئے ہے مان لو تو بہتر ہے نہ مانو تو پھر تمہاری مرضی ہے، پھر اللہ تعالیٰ اگلے جہان میں حساب کتاب کرے گا، پھر دنیا کا معاملہ ختم ہو گیا۔

سوال: اگر آج بھی مسلمانوں کے عمل اِس تعلیم کے مطابق ہو جائیں تو دنیا کی اسلام کی طرف توجّہ پیدا ہو جائے اور مسلمان بھی دیکھیں گے کہ خدا تعالیٰ کی طرف حقیقی رجوع سے اور دنیاوی خداؤں کو چھوڑنے سے جہاں دنیا میں امن قائم ہو گا وہاں مسلمانوں کی اپنی ساکھ اور عزت اور وقار بھی کئی گُنا بڑھے گا اور یہ کس وقت ممکن ہو گا؟

جواب: جب آنحضرتؐ کے غلامِ صادق اور زمانہ کے امام کو مانیں گے جو دنیا میں امن و سلامتی کے قیام کے لئے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔

سوال: امن قائم رکھنے کے لئے آنحضرتؐ نے ہمیں ایک سنہری اصول کیا بتایا ہے؟

جواب: ظالم و مظلوم دونوں سے ہمدردی کرو، اب مظلوم سے ہمدردی تو واضح ہے کہ کس طرح کرنی ہے۔ ظالم کی ہمدردی کس طرح کی جائے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ ظالم کو ظلم سے روک کر اُس سے ہمدردی کرو۔

سوال: پس ترقی یافتہ ممالک میں بھی اور ترقی پذیر ممالک میں بھی چاہے معاشرہ کی بنیادی اور چھوٹی اکائی کو دیکھیں یا ملکوں کے اندر مختلف قومیتوں اور رنگ ونسل کے تعلقات میں دیکھیں یا ملکوں کی سطح پر بین الاقوامی تعلقات کو دیکھیں، کس چیز کی بہت بڑی کمی نظر آتی ہے؟

جواب: جو بھی فریقین میں فیصلہ کرنے والے ہیں، امن قائم کرنے والے ہیں اُن کا میلان ایک طرف ہوتا ہے۔ UNO بنی ہوئی ہے اُس کا میلان بھی آپ دیکھ لیں ایک طرف ہے یا تومظلوم سے اِس حدّ تک ہمدردی کہ وہ ایک وقت میں آ کر ظالم بن جائے یا ظالم کی اِس حدّ تک طرفداری کہ مظلوم کا جینا دُوبھر ہو جائے۔

سوال: پائیدار اَمن کس وقت قائم ہوسکتا ہے؟

جواب: جب متوازن رویّہ ہر سطح کے بااختیار لوگ اپنائیں، دونوں طرف کی باتیں اور نقطہ ٔنظر سُنیں اور پھر سمجھائیں اور کُدورتوں کو دُور کریں۔

سوال: ایک بُرائی جس سے اسلام بڑی سختی سے روکتا ہے وہ کونسی ہے؟

جواب: بدّظنی۔

سوال: صحابہؓ کس حدّ تک حُسنِ ظن رکھتے تھے؟

جواب: کہ اِس کی مثال ہی نہیں ملتی۔

سوال: حضرت اقدس مسیحِ موعودؑ اِس بارہ میں مزید کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ بعض گناہ ایسے باریک ہوتے ہیں کہ انسان اُن میں مبتلا ہوتا ہے اور سمجھتا ہی نہیں، جوان سے بُوڑھا ہو جاتا ہے مگر اُسے پتہ نہیں لگتا کہ گناہ کرتا ہے؟

جواب: مثلاً گلہ کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ ایسے لوگ اِس کو بالکل ایک معمولی سی اور چھوٹی سی بات سمجھتے ہیں حالانکہ قرآنِ شریف نے اِس کو بہت ہی بُرا قرار دیا ہے، چنانچہ فرمایا! اَيُحِبُّ اَحَدُكُمۡ اَنۡ يَّاۡكُلَ لَحۡمَ اَخِيۡهِ۔ خدا تعالیٰ اِس سے ناراض ہوتا ہے کہ انسان ایسا کلمہ زبان پر لاوے جس سے اُس کے بھائی کی تحقیر ہو اور ایسی کاروائی کرے جس سے اُس کو حرج پہنچے۔ ایک بھائی کی نسبت ایسا بیان کرنا جس سے اِس کا جاہل اور نادان ہونا ثابت ہوتا ہو یا اُس کی عادت کے متعلق خفیہ طور پر بے غیرتی یا دشمنی پیدا ہو، یہ سب بُرے کام ہیں۔

سوال: اَحمدیوں کو جنہوں نے حضرت مسیحِ موعودؑ کو مانا ہے اُنہیں کیسی مثالیں قائم کرنی چاہئیں؟

جواب: جیسی صحابہؓ نے قائم فرمائی تھیں۔

سوال: کوئی ہم پر یہ اُنگلی نہ اُٹھائے کہ یہ کہتے تو یہ ہیں کہ ہم یہ فرق اور یہ فرق۔ ہم نے مسیحِ موعودؑ کو مان لیا تو فرق کیا پیدا کیا اپنے آپ میں مان کر، پس ہمارے فرق واضح نظر آنے چاہئیں۔ تبھی ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟

جواب: مسیحِ موعودؑ کو مان کر ہمارا آخرین میں شمار ہوا ہے۔

سوال: امن و سلامتی کو برباد کرنے میں ایک بہت بڑی وجہ کیا ہے نیز اللہ تعالیٰ کے فرمان! وَلَنۡ تَبۡلُغَ الۡجِبَالَ طُوۡلًا

بقیہ صفحہ 10 پر

مرسلہ: ابو سدید

تبرکات حضرت مولانا غلام رسول راجیکیؓ

خوابوں کی حقیقت

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ رب اجسام ہی نہیں رب ارواح بھی ہے اور اس نے جہاں انسان کی جسمانی نشوونما کے لئے متعدد سامان پیدا کئے ہیں وہاں اس کی روحانی نشوونما کے لئے بھی مختلف سامان پیدا فرمائے ہیں اور ان سامانوں میں سے ایک خواب بھی ہے اور اس کا مادہ ہر انسان کی فطرت میں رکھا گیا ہے۔ کسی میں کم کسی میں زیادہ۔ انبیاء بھی خوابیں دیکھتے رہے ہیں جن میں سے بعض کا ذکر قرآن میں بھی آیا ہے پس خوابوں کی افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

خوابوں کی اقسام

علامہ ابن سیرین فرماتے ہیں: خوابوں کی تین قسمیں ہیں۔ (1) ایک حدیث النفس۔ (2) دوسرے شیطان کی تخویف اور (3) تیسرے بشریٰ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھائی جاتی ہے اور جو مکروہ خواب دیکھے اسے چاہئے کہ وہ کسی سے بیان نہ کرے اور اسی وقت اٹھے اور نماز کے ذریعہ دعا کرے تا کہ اس کے ضرر سے محفوظ رہے۔

(تعطیر الانام)

(1) حدیث النفس

یاد رکھنا چاہئے کہ حدیث النفس سے مراد تو وہ خوابیں ہیں جو انسان اپنی طبیعت کی رو کے تحت عام طور پر دیکھتا رہتا ہے کیونکہ اس کا دماغ کسی وقت بھی بے خیال نہیں رہتا۔ بیداری کی حالت میں بھی اس کے دماغ میں خیالات آتے رہتے ہیں اور خواب کی حالت میں بھی۔ طالب علم جو دن کو پڑھنے میں مشغول رہتے ہیں۔ طبیعت کی رو کے تحت رات کے وقت خواب میں بھی اسی شغل میں لگے رہتے ہیں۔ ایسا ہی پیشہ وروں کا حال ہے۔ درزی، درزی کے کام میں۔ دھوبی دھوبی کے مشغل میں مصروف رہتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ جس طرح بیداری میں خیالات آتے اور ساتھ ساتھ بھولتے جاتے ہیں اور انسان اس بھول کی وجہ سے یہ سمجھتا ہے کہ اسے کوئی خواب نہیں آیا۔ حالانکہ انسانی دماغ کسی وقت بھی خیالات کی آمدورفت سے خالی نہیں رہ سکتا اور خواب میں بھی یہ سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات یہ خیالات اس کی دبی ہوئی خواہشات سے مل کر اسے مختلف مناظر بھی دکھاتے رہتے ہیں جن میں سے بعض جاگنے پر یاد بھی رہ جاتے ہیں لیکن وہ حدیث النفس کے دائرہ سے باہر نہیں ہوتے اور ایسے خوابوں کی ایک بڑی نشانی یہ ہوتی ہے کہ ان کا قلب پر چنداں اثر محسوس نہیں ہوتا۔ قرآن کریم میں ایسے خوابوں کے متعلق جو حدیث النفس کے دائرہ سے تعلق رکھتے ہیں اضغاث احلام کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

(2) شیطانی خواب

شیطانی خوابوں کے متعلق امام ابن سیرین کا یہ قول بھی کہ ان میں تخویف کا پہلو پایا جاتا ہے۔ قرآن کریم سے ہی مستنبط ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں کو ڈراتا ہے پس اگر تم سچے مومن ہو تو ان شیطانوں سے مت ڈرو اور صرف مجھ سے ہی ڈرو۔

(آل عمران:176)

گویا مجوب طبائع جو خالق اسباب کی بجائے اسباب پر نظر رکھتی ہیں چونکہ بصورت شرک شیطان سے ایک طرح کی مناسبت پیدا کر لیتی ہیں اس لئے شیطان بھی انہیں اس مناسبت کی وجہ سے خوف زدہ کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

شیطان کا زور صرف انہی لوگوں پر چلتا ہے جو اس سے دوستی کا تعلق رکھتے ہیں اور جو اس کی وجہ سے شرک کے مرتکب ہوتے ہیں۔

(نحل:101)

پس شیطانی خواب اسی کو آئے گا جو شیطان سے دوستی کا تعلق رکھے گا اور شرک کا مرتکب ہوگا اور رحمانی خواب اسی کو آئے گا جو رحمٰن سے دوستی کا تعلق رکھے گا اور شرک سے مجتنب رہے گا۔

(3) بشریٰ خوابیں

یعنی مبشر خواب، علامہ ابن سیرین کا یہ ارشاد بھی کہ مبشر خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھائے جاتے ہیں دراصل قرآنی تعلیم سے ہی ماخوذ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یاد رکھو جو اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں ان پر نہ کوئی خوف طاری ہوتا ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا ان کے لئے اس ورلی زندگی میں بھی بشارات کا انعام مقدر ہے اور اخروی زندگی میں بھی۔

(یونس:163-165)

مذکورہ بالا آیات سے ظاہر ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے دوستی کا تعلق استوار کرتے ہیں وہ نہ صرف شیطان کی تخویف سے محفوظ رہتے ہیں بلکہ اپنے ایمان اور تقویٰ کے طفیل ایک طرح کی عالم قدس کے ساتھ مناسبت پیدا کر لیتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو اکثر ایسے خواب دکھائے جاتے ہیں۔ جو بشارات پر مشتمل ہوتے ہیں اور دل میں آہنی میخ کی طرح گڑ جاتے ہیں۔

اور امام ابن سیرین کا یہ فرمانا کہ مکروہ خواب دیکھنے والا نماز کے ذریعہ دعا کرے اس بناء پر ہے کہ محافظ حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہی مکروہ خواب کے بداثرات سے بچا سکتا ہے اس لئے انسان کے لئے یہی لازم ہے کہ وہ نماز کے ذریعہ اسی سے دعا مانگے سورۃ نمل میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بیکسوں کی دعائیں سنتا ہے اور ان کی تکالیف کو رفع کرتا ہے۔ پس رد بلا کے لئے اسی کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

رویا کے بعض پہلوؤں پر حدیث میں بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً بخاری اور مسلم میں آتا ہے۔ پس رویائے صالحہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں اور حلم شیطان کی طرف سے پس جب تم میں سے کوئی پسندیدہ خواب دیکھے تو وہ صرف اس شخص کو بتائے جو اس کا دوست ہو اور جب کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اس کے شر اور شیطان کے شر سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور تین دفعہ تھوک دے اور یہ خواب کسی کو نہ بتائے تو اس صورت میں اس کا برا اثر ظاہر نہیں ہوگا۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

اسی طرح صحیح مسلم میں آتا ہے کہ جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو تین دفعہ اپنے بائیں طرف تھوک دے اور تین مرتبہ اعوذ پڑھ کر شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور جس پہلو پر لیٹا ہوا ہے بدل دے۔

(صحیح مسلم)

حُلم کیا ہے؟

یاد رکھنا چاہئے کہ مذکورہ بالا حدیث میں جو شیطانی خواب کے لئے حلم کا لفظ آیا ہے یہ بطور شرعی اصطلاح کے ہے ورنہ حلم جس کی جمع احلام ہے لغت کی رو سے رویا کے معنوں میں ہی استعمال ہوتا ہے ہاں جو رویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھائی جاتی ہے اس کے لئے صالحہ کا لفظ بطور صفت کے استعمال کیا جاتا ہے تا کہ شیطانی خوابوں اور رحمانی خوابوں میں خط امتیاز قائم رہے اور آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد کہ اچھا خواب صرف دوستوں سے بیان کیا جائے اس بناء پر ہے کہ دشمن بعض اوقات حسد کی وجہ سے مصیبت کا باعث بھی بن جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو ہدایت فرمائی تھی کہ اپنے بدخواہ بھائیوں کو اپنا خواب نہ سنانا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ حسد کی وجہ سے تیرے لئے کوئی ابتلاء کی صورت پیدا کر دیں۔ ہاں خیر اندیش اہل قرابت سے اچھا خواب بیان کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ ان کے لئے ایسا خواب باعث مسرت ہوگا اور ان کی دلی خواہش ہوگی کہ یہ خواب جلد از جلد پورا ہو۔

آنحضرتؐ کا یہ ارشاد کہ مکروہ خواب دیکھنے پر اس کے شر سے بچنے کے لئے اعوذ پڑھ کر خدا کی پناہ طلب کی جائے اور تین دفعہ بائیں طرف تھوکا جائے اس بناء پر ہے کہ اگر وہ مکروہ خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی بطور ابتلاء کے ہے تو اس ابتلاء سے اللہ تعالیٰ ہی بچا سکتا ہے اور اگر شیطان کی طرف سے ہے تو وہ کسی شیطانی مناسبت کی وجہ سے ہوگا اس لئے ایسا خواب دیکھنے پر تین دفعہ تھوکنے کے ذریعہ اظہار نفرت ہی کافی ہے۔ کیا بلحاظ خواب کے مکروہ ہونے کے اور کیا بلحاظ اس شیطانی مناسبت کے جس کی وجہ سے شیطان نے اس کو ایسا خواب دکھایا کیونکہ شیطان انہیں لوگوں پر اترا کرتے ہیں جو دروغگو ہوتے ہیں۔ وجہ یہ کہ دروغگوئی کی عادت شیطان سے ایک طرح کی مناسبت کے توازن کو بگاڑ دیتی ہے جس کی وجہ سے شیطان اس پر مسلط ہو جاتا ہے اور مکروہ خوابوں کے ذریعہ اس کے لئے باعث ابتلاء بن جاتا ہے۔ لیکن صالح اور صادق انسان چونکہ اپنی نیکی اور راستبازی سے شیطان کی راہیں اپنے اوپر بند کر لیتا ہے اس لئے اس پر ملائکہ کے نزول کا دروازہ کھل جاتا ہے اور اس کے اکثر خواب سچے نکلتے ہیں۔ مگر اس کے برعکس کاذب اور فاسق انسان پر چونکہ شیطان مسلط ہوتا ہے اس لئے اس کے اکثر خواب جھوٹے نکلتے ہیں۔ الغرض شیطانی خوابوں کی ایک وجہ دروغگوئی کی عادت بھی ہے اور اگر دروغگوئی کی عادت نہ بھی ہو تو دوسرے معاصی ہی شیطانی خوابیں دکھانے کا موجب ہو جاتے ہیں جیسا ارشاد ربانی میں اثیم کے لفظ سے ظاہر ہے اور آنحضرت ﷺ نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ مکروہ خواب دیکھنے پر پہلو بدل لیا جائے۔ تو یہ پہلو بدلنا بھی دراصل ایک طرح کا اظہار نفرت ہی ہے جیسا کہ تھوکنے کے فعل میں ایک طرح کا اظہار نفرت پایا جاتا ہے اور یہ ارشاد اس لئے بھی ہوسکتا ہے کہ پہلو بدلنے سے خیالات کی رو بدل جائے اور اس لئے بھی کہ بعض اوقات سیدھا لیٹنے سے سینے پر ہاتھ آجاتا ہے جس کے نتیجہ

بقیہ صفحہ 9 پر

رپورٹ: مرزا فرحان بیگ۔ نمائندہ الفضل آن لائن بینن

بینن (Benin) میں ایک خوبصورت مسجد کا افتتاح

مسجد مبارک اسلام آباد کے طرز تعمیر کا شاہکار

محض خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ بینن کو ریجن داسا میں ایک نہایت ہی خوبصورت مسجد کی تعمیر کی توفیق ملی جس کا افتتاح مکرم میاں قمر احمد امیر صاحب بینن نے مؤرخہ 28 جنوری 2022ء کو کیا۔

مسجد کی تعمیر داسا شہر سے 12 کلومیٹر کی مسافت پر موجود ایک گاؤں Camatéمیں ہوئی۔ اس گاؤں میں سن 2016ء میں مبلغ سلسلہ مکرم انوار الحق صاحب کے ذریعہ احمدیت کا پودا لگا۔ صدر صاحب جماعت نے اپنے بیٹے عزیزم گومینا ناصر (Nasir Gominé) کو وقف کر کے جامعہ احمدیہ کے لئے بھجوایا جو اب بینن میں بطور لوکل مشنری خدمتِ دین کی توفیق پا رہے ہیں۔

مؤرخہ 28 اکتوبر 2021ء کو ریجنل مبلغ سلسلہ داسا مکرم رانا یاسر احمد صاحب نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں دعائیہ خط اور صدقات کے بعد مسجد کا سنگِ بنیاد رکھا۔ مسجد کی طرزِ تعمیر میں مکرم مبلغ سلسلہ صاحب نے مسجد مبارک ٹلفورڈ کو مدِّنظر رکھا اور ذاتی نگرانی اور توجہ سے مسجد کی تعمیر کا کام مکمل کروایا۔ گاؤں کے احمدی احباب نے نہایت جانفشانی، خلوص اور شوق سے حصہ لیا بالخصوص Gominé Usmanصاحب صدر جماعت نے باوجود اپنی پیرانہ سالی کے غیر معمولی جوش اور اخلاص سے خود کو اس کام کے لئے وقف رکھا۔ فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء

تقریبِ افتتاح

مسجد کے افتتاح کے لئے مؤرخہ 28 جنوری 2022ء بروز جمعۃ المبارک مکرم امیر صاحب بینن اپنے وفد کیساتھ گاؤں میں پہنچے جہاں ریجنل مبلغ سلسلہ مکرم رانا یاسر صاحب نے اپنے لوکل احباب کیساتھ جماعتی وفد کا پُرتپاک استقبال کیا۔ وفد کے استقبال میں مخلصین جماعت کے نعرہائے تکبیر، خلافتِ احمدیہ زندہ باد اور صلی علیٰ کی صداؤں نے توگویا اس علاقہ میں زندگی کی ایک روح پھونک دی۔ افریقہ کے دور دراز علاقے میں امام مہدیؑ کی محبت اور خلافت سے اخلاص کا یہ دلنشین نظارہ دیدنی تھا۔

پروگرام کا آغاز 10 بجے تلاوتِ قرآنِ کریم سے ہوا۔ تلاوت اور

قصیدہ کے بعد لوکل اتھارٹیز میں سے موجود مہمانان نے مسجد کی خوبصورتی کی تعریف کرتے ہوئے جماعت کا شکریہ ادا کیا اور جماعت کی ترقی اور توسیع کے لئے دعا دی۔

مہمانان کے اظہارِ جذبات کے بعد مکرم انوار الحق صاحب مبلغ سلسلہ بوہیکوں نے مساجد کی صفائی اور تعمیر کی اہمیت پر اظہارِ خیال کیا اور احباب جماعت کو اس خوبصورت تعمیر شدہ مسجد کی دیکھ بھال کی تلقین کی۔

ان تقاریر اور نصائح کے بعد احباب نعرہائے تکبیر بلند کرتے اور دعائیں پڑھتے ہوئے مکرم امیر صاحب کی قیادت میں مسجد میں داخل ہوئے اور جہاں احباب جماعت نے نمازِ جمعہ ادا کی۔ خطبہ جمعہ میں مکرم امیر صاحب بینن نے مساجد کی خوبصورتی ان کے نمازیوں سے ہوتی ہے کے حوالے سے نصائح کیں۔ نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے بعد حاضرین کی خدمت میں پُرتکلف ظہرانہ پیش کیا گیا۔ اس پُرمسرت تقریب میں 300 کے قریب احباب نے شرکت کی۔

بقیہ: تبرکات حضرت مولانا غلام رسول راجیکی...... از صفحہ 8

میں قلب پر بوجھ پڑتا ہے اور متوحش خوابوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور اگر اس وقت پہلو بدل لیا جائے تو وہ سلسلہ رک جاتا ہے۔ اسی طرح بائیں پہلو پر سونے سے بھی قلب پر بوجھ پڑتا ہے اور یہ بوجھ بعض اوقات مکروہ خواب کا بھی باعث بن جاتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ دائیں پہلو پر خواب استراحت فرمایا کرتے تھے کیا عجب کہ یہ طریق رحمانی خوابوں کے قریب کرنے والا ہو اور شیطانی خوابوں سے دور رکھنے والا ہو۔ کیونکہ دائیں بائیں کا تعلق بعض حالات میں خیر اور شر سے بھی ہوتا ہے۔ جیسا قرآن کریم میں نیکی والوں کو اصحاب الیمین اور بدی والوں کو اصحاب الشمال قرار دیا گیا ہے۔

رویا صالحہ کی اہمیت

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی منذر خواب دکھایا جاتا ہے لیکن جیسا کہ ڈاکٹر کے چیرنے پھاڑنے کا پُرحکمت فعل اپنے اندر شفقت کا پہلو رکھتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھایا ہوا منذر خواب بھی صالحہ ہونے کی وجہ سے اپنے اندر رحمت کا پہلو رکھتا ہے اور اس سے مقصود انسان کی اصلاح اور تادیب ہوتی ہے نہ کہ تخویف اور ترہیب۔ رویا صالحہ کی اہمیت اس امر سے بھی ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ نے اسے نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا ہے اور یہ ارشاد بھی فرمایا ہے کہ یعنی انواع نبوت میں سے صرف مبشرات والی نوع باقی ہے اور یہ مبشرات والی نوع رویا، کشف اور الہام سب پر حاوی ہے اور ان سب کا تعلق قلب سے ہے۔

(فیضان نبوت صفحہ 163 - 173)

آج کی دعا

فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَالسَّمِيْعُ الْعَلِيْم

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن نمبر 1، بقیہ حاشیہ نمبر 11)

ترجمہ: اور اُن کی شرارتوں کے دفع کرنے کے لئے خدا تجھے کافی ہے اور وہ سمیع اور علیم ہے۔

یہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہودؑ بانی سلسلہ احمدیہ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اپنی تائید ونصرت دیئے جانے کا الہام ہے۔

بہت پیارے آقا سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں

پس آج کل کے حالات میں کسی بھی احمدی کو مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ خدائی وعدے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہمیشہ ہمارا مددگار رہا ہے اور انشاء اللہ رہے گا۔ لیکن جہاں وہ مخالفین کی بیہودہ گوئی کوسن رہا ہے کیونکہ آج کل پاکستان میں پھر کافی شور ہوا ہوا ہے۔ اور اس کو علم ہے کہ یہ لوگ احمدیوں کے ساتھ ظلم روا رکھ رہے ہیں اور اپنی تقدیر کے مطابق ایسے لوگوں کی خدا تعالیٰ نے پکڑ کرنی ہے۔ انشاء اللہ۔ اور ہمارے تجربہ میں ہے کہ ماضی میں بلکہ ماضی قریب میں ایسی پکڑ کے نظارے وہ ہمیں دکھاتا رہا ہے اور اپنی قدرت نمائی کرتا رہا ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے دل مایوس ہوں اور ہلکا سا احساس بھی پیدا ہو۔ لیکن ہماری بھی یہ ذمہ داری ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر یہ ذمہ داری ڈال رہا ہے کہ پہلے سے بڑھ کر میری طرف رجوع کرو اور میرے سے مانگو تاکہ وہ الٰہی تقدیر جو غالب آنی ہے انشاء اللہ، تمہیں بھی احساس رہے کہ تمہاری دعاؤں کا بھی اس میں کچھ حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعاؤں کو بھی سنا ہے۔ پس ان دنوں میں بہت زیادہ دعاؤں کی طرف ہمیں توجہ دینی چاہئے۔

(خطبہ جمعہ 13 جون 2003ء، خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 113)

مرسلہ: مریم رحمٰن

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں

+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

بقیہ: اختتامی خطاب جلسہ سالانہ قادیان ...... از صفحہ 7

کے حوالہ سے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کیا تلقین فرمائی؟

جواب: تکبّر؛ یاد رکھو کہ اِس طرح کے لوگ حقوق غصب کر کے اور اِن سے فاصلہ رکھ کر قوم کے سردار نہیں بن سکتے، جہاں سردار اور بڑے اُمراء کو بھی کہتے ہیں۔ پس تکبّر کر کے کوئی حقیقی مقام نہیں ملتے، عاجزی ہی ہے جو حقیقی سرداری دیتی ہے اور لیڈر بناتی ہے اور یہی سرداری ہے جو دیر پا اَمن قائم کرنے والی بن سکتی ہے۔

سوال: حضرت المصلح الموعودؓ نے قومی ظلموں میں سے ایک اخلاقی ظلم نیز نے اِس آیت کا اصل مفہوم کیا بیان فرمایا ہے کہ لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا (النّساء:149): اللہ سر عَام بُری بات کہنے کو پسند نہیں کرتا مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو اَور اللہ بہت سُننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے؟

جواب: قوم کے اخلاق کو بگاڑنا؛ اِس کے لوگ مختلف معنی کرتے ہیں کہ اگر کوئی مظلوم ہو تو اُسے بے شک اجازت ہے کہ وہ برسرعام جو جی میں آئے کہتا پھرے لیکن کسی اور کو اِس کی اجازت نہیں مگر میرے نزدیک اِس آیت کا اصلی مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی مظلوم ہو تب بھی یہ پسندیدہ بات نہیں کہ لوگوں میں بُرائیاں بیان کرتا پھرے۔ گویا اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اِس طریقے سے روکتا ہے اور فرماتا ہے تُو جو اپنے ظلم کے خلاف شور مچاتا ہے تجھے یہ سمجھنا چاہئے کہ تُو اپنے ظلم کے متعلق تو شور مچا رہا ہے اور قوم کے اخلاق کو تباہ کر رہا ہے۔

سوال: اسلام ایک کا حقّ دے کر دوسرے کا حقّ بھی کیوں قائم کرتا ہے؟

جواب: تا کہ امن اور سلامتی کی فضاء قائم رہے۔

سوال: کونسا اصول ہے جو ایک مسلمان کی صحیح تصویر کھینچتا ہے، جس سے دشمنیاں ختم ہوتی ہیں، معاشرہ میں صلح اور صفائی کی فضاء قائم ہوتی ہے نیز امن اور سلامتی کا پیغام حدّ تک پہنچتا ہے؟

جواب: غصّہ کو دبانا اور معاف کرنا۔

سوال: حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اختتامی دعا سے قبل کیا ارشاد فرمایا؟

جواب: اب ہم دعا کریں گے، دعا میں خاص طور پر یہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جماعت کو بھی ہر شرّ سے محفوظ رکھے اور ہمیں حقیقی رنگ میں وہ حقّ ادا کرنے کی توفیق عطاء فرمائے جو بیعت کا حقّ ہے، حضرت مسیحِ موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے جو ہم سے توقع کی ہے۔

فقہی کارنر

مقدمات میں مصنوعی گواہ بنانا

ایک مختار عدالت نے سوال کیا کہ بعض مقدمات میں اگرچہ وہ سچا اور صداقت پر ہی مبنی ہو مصنوعی گواہوں کا بنانا کیسا ہے۔

فرمایا:

اوّل تو اس مقدمہ کے پیروکار بنو جو بالکل سچا ہو۔ یہ تفتیش کرلیا کرو کہ مقدمہ سچا ہے یا جھوٹا پھر سچ آپ ہی فروغ حاصل کرے گا۔ دوم گواہوں سے آپ کا کچھ واسطہ ہی نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ موکل کا کام ہے کہ وہ گواہ پیش کرے۔ یہ بہت بُری بات ہے کہ خود تعلیم دی جاوے کہ چند گواہ تلاش کر لاؤ اور ان کو یہ بات سکھادو۔ تم خود کچھ نہ کہو۔ موکل خود شہادت پیش کرے خواہ وہ کیسی ہی ہو۔

(الحکم 24 اپریل 1903 صفحہ 10)

(داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ یوکے)

چھوٹی مگر سبق آموز بات

ایک حقیقی مومن خدا تعالی کی محبت کو پانے کے ذرائع ڈھونڈتا رہتا ہے۔ رمضان کا بابرکت مہینہ آنے کو ہے اس مبارک مہینے میں داخل ہو کر عبادات کا حق ادا کرنے کے لئے ہمیں ابھی سے نیک عادات اپنانی چاہئیں۔

اللہ تعالیٰ کی سچی محت اور لقائے الٰہی کے لئے سعی کرنے میں ایک مومن کے جو روحانی محاذ ہیں ان میں سے رمضان کا مہینہ سب سے زیادہ موزوں ہے۔ جس کے لئے بہت بڑی تیاری کی ضرورت ہے۔ کیونکہ فوج میں جتنا بڑا محاذ ہو تیاری بھی اتنی بڑی کی جاتی ہے۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے متعلق آتا ہے کہ آپؐ رمضان کے آنے سے قبل کمر ہمت کس لیتے، نوافل اور عبادات میں اضافہ فرما دیتے، محفلوں اور مجالس عرفان میں رمضان کی برکات و اہمیت کا ذکر فرماتے اور یوں روزوں کے لئے مشقت برداشت کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرتے۔

احادیث کی رو سے حضرت رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نفلی روزے ترجیحاً شعبان میں ہی رکھا کرتے تھے۔

(بخاری کتاب الصوم۔ باب صوم شعبان)

منزہ سلیم۔ جرمنی

10/ مارچ 2022ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ		05:18	18:28
مدینہ منورہ	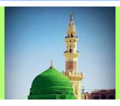	05:18	18:28
قادیان		05:24	18:33
ربوہ		05:04	18:13
اسلام آباد ٹلفورڈ	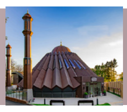	04:59	17:59